International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)

الہامی ادیان اور تصورِ غلامی: انسانی وقار اور سماجی انصاف کے تناظر میں

REVEALED RELIGIONS AND THE CONCEPT OF SLAVERY: PERSPECTIVES ON HUMAN DIGNITY AND SOCIAL JUSTICE

1. *Amira Rauf*
aarr1947@gmail.com

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies The Imperial College of Business Studies, Lahore (ICBS).

2. *Dr Javaid Iqbal*
javaidiqbal@gmail.com

Assistant Professor, Department of Islamic Studies The Imperial College of Business Studies, Lahore (ICBS).

Vol. 04, Issue, 01, Jan-March 2025, PP:01-17

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-01-26	03-02-26	30-03-26

Abstract

Slavery has been a long-standing social institution in human history, deeply influencing social structures, economic systems, and human dignity. Rather than endorsing slavery as a permanent social reality, the revealed religions approached it through ethical reform and moral responsibility. Judaism, Christianity, and Islam introduced teachings that emphasized humane treatment of slaves, recognition of their inherent human dignity, and encouragement toward emancipation. These religions sought to regulate existing practices while gradually guiding societies toward justice, compassion, and equality.This study presents a comparative and analytical examination of the concept of slavery in revealed religions, highlighting their distinctive and reformative teachings. Special attention is given to the Islamic approach, which institutionalized the liberation of slaves through moral exhortation, legal mechanisms, and religious incentives. The research demonstrates that the teachings of revealed religions provide an ethical framework that

CC BY

supports human rights, social justice, and the gradual elimination of exploitative systems. The findings underline the continued relevance of these religious teachings in contemporary discussions on human dignity and freedom.

***KeyWords**: Revealed Religions, Concept of Slavery, Human Dignity Emancipation,Social Justice,Islam, Christianity, and Judaism.*

.

موضوع کا تعارف:

غلامی انسانی تاریخ کا ایک قدیم اور پیچیدہ سماجی ادارہ رہا ہے جو مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں مختلف صورتوں میں موجود رہا۔ قدیم ادوار میں غلامی کو معاشی ضرورت، سماجی درجہ بندی اور جنگی حالات کے تناظر میں ایک معمول کی حقیقت سمجھا جاتا تھا۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ اس نظام نے انسانی وقار، آزادی اور مساوات جیسے بنیادی اصولوں کو شدید طور پر متاثر کیا، جس کے نتیجے میں اس پر اخلاقی اور فکری سطح پر تنقید بھی سامنے آئی۔

الہامی ادیان نے غلامی کے تصور کو محض سماجی روایت کے طور پر قبول نہیں کیا بلکہ اسے اخلاقی اصلاح اور انسانی وقار کی بحالی کے تناظر میں دیکھا۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں نے اپنے اپنے الہامی متون کے ذریعے غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کے حقوق کے تحفظ اور تدریجی طور پر غلامی کے خاتمے کی ترغیب دی۔ ان ادیان کی تعلیمات میں غلام کو محض ملکیت نہیں بلکہ ایک باوقار انسان قرار دیا گیا، جس کے ساتھ عدل، رحمت اور مساوات کا برتاؤ لازم ہے۔

یہودیت کی تصور غلامی کے متعلق منفرد تعلیمات

یہودیت کی غلامی کے بارے میں تعلیمات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت کے ادبی ذرائع میں زیادہ تر انحصار "تالمود" پر ہے۔ تالمودی حوالہ جات کو صرف یہودی مانتے ہیں اس لئے مسیحیت اور اسلام کا تالمودی روایات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہودیت کی تعلیمات کے مطابق کوئی عبرانی اس وقت غلام نہیں بن سکتا جب تک عدالت اس کے بارے میں غلامی کا فیصلہ نہ کرے یا وہ خود رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو غلامی کے لیے پیش کرے۔ علاوہ ازیں یہودی ہمیشہ غریبوں کو غلام بناتے ہیں۔ یہودیت میں غیر یہودی کی اولادیں جو ان کے گھر میں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی غلام رہیں گے۔

A Hebrew could not become a slave unless by order of the court of by giving huinself voluntarily into bondage, other slaves were always rear her recruited from outside the nation. It has been opined that the epithet, and the laws relating to Hebrew slaves, would apply also to such Jewish slaves as were born into the household as the off pring of alien slaves.([1])

یہودیت میں غلامی انفرادیت کا انحصار کتاب خروج میں بیان شدہ احکام پر ہے۔

اگر کوئی عبرانی غلام خریدے تو وہ چھ برس خدمت کرے اور ساتویں برس مفت آزاد ہو کر چلا جائے۔ اگر وہ اکیلا ہو تو اکیلا ہی چلا جائے اور اگر وہ بیاہا ہو تو اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ جائے اگر اس کے آقا نے اس کا بیاہ کرایا ہو اور اس عورت کے اس سے بیٹے اور بیٹیاں ہوئی ہوں تو وہ عورت اور اس کے بچے اس آقا کے ہو کر رہیں اور وہ اکیلا چلا جائے۔ پر اگر وہ غلام صاف کہہ دے کہ میں اپنے آقا اور اپنی بیوی اور بچوں سے محبت رکھتا ہوں میں آزاد ہو کر نہیں جاؤں گا اس کا آقا اسے خدا کے پاس لے جائے اور اسے دروازے پر یا دروازہ کی چوکھٹ پر لا کر ستاوی سے اس کا کان چھیدے تب وہ ہمیشہ اس کی خدمت کرتا ہے

(2)۔

مشنہ اور تالمود کے احکام و قوانین دوسرے الہامی ادیان مسیحیت اور دین اسلام سے منفرد ہیں جیساکہ وضاحت کی گئی ہے:

" عبرانی غلام پیسے یا بانڈ سے خریدا جاتا ہے وہ بھی جب چاہے یا جوبلی کے سال متعلقہ رقم ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑا سکتا ہے۔ عبرانی عورت اپنے آپ کو ٹوکن سے چھڑا سکتی ہے۔ غلام جوبلی سال یا آقا کی موت سے اپنے آپ کو آزاد کرا لیتا ہے (3)"۔

یہودیت میں غلامی کے انفرادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

یہودیت میں غلامی کا عرصہ چھ سال ہے بعد میں غلام آزاد ہو جاتا ہے۔

جوبلی سال کے دوران غلام خود بخود آزاد ہو جاتا ہے۔

اگر کچھ عرصہ غلام رہا اور چھ سال کی باقی مدت میں اپنا معاوضہ دے کر آزاد کرا سکتا ہے۔

عبرانی نوکر اپنی سن بلوغت کا ثبوت پیش کر کے آزاد ہو جاتی ہے۔

غلام جو غلامی کے چھ سال پورے کر لیتا ہے اس کے کان کو چھیدا جاتا ہے۔

غلام آقا کی موت سے بھی آزاد ہو جاتا ہے۔

کنعانی غلام کو پیسے یا دستاویزات کے ذریعے سے آقا سے آزاد کرایا جاسکتا ہے یعنی غلام کی قیمت کوئی دوسرا ادا کر دے تو وہ غلام آزاد ہو جائے۔ غلام اپنے مال سے ہی پیسے دے کر اپنے آپ کو آزاد کرا سکتا ہے۔

یہودیت میں غلام کی گواہی قبول نہیں کی جاتی لیکن متعلقہ قوانین کے مطابق غلام کی گواہی قبول کی جاتی ہے جیساکہ وضاحت کی ہے:

Rabbi Yosei said: There was an incident with Tonigga the doctor, when he saw the new moon in Jerusalem, he and (his son and his freed slave all went to ressify. The priests accepied him and his son hutnesses and disqualified his slave for they ruled Stringently that the month may be Sancrified only on the basis of the resimony of those of Jewish lineage and when they came before the Cousi, they accepted him and his plave as mitnesses and disqualified This Bon, due to familial relationship.(4)

یہودی قوانی کے مطابق جب لونڈی بالغ ہو جاتی ہے تو وہ عبرانی عورت غلامی سے آزاد ہو جاتی ہے۔

عبرانی غلام سے بے رحمی سے کام لینا یہودیت میں حرام ہے (یعنی بے وقت، حد سے زیادہ، غیر ضروری یا معروف رکھنے کے لیے) تالمودی تعلیمات کے مطابق یہودیت میں غلام اور لونڈی کے کچھ مزید اصول واحکام یوں ہیں:

بے رحمی سے غلاموں پر حکومت نہ کرو۔

جو غلام اپنے سے بھاگ جائے تو اسے دوبارہ آقا کے پاس نہ بھیجو، نہ اسے آقا کے حوالے کرو۔

اگر کوئی اپنا غلام اسرائیل کے باہر کسی دوسرے یہودی کو فروخت کرے گا تو خریداری کی رقم ضائع ہو جائے گی یعنی خریدار کو کچھ نہیں ملے گا۔ غلام آزاد ہو جائے گا اور خریداری کی رقم ضائع ہو جائے گی۔

یہودا کے مطابق جس نے غلام کو آزاد کرنے کے لیے خریدا تو عدالت اسے آقا کے حوالے نہیں کر سکتی کیونکہ وہ غلام اس کا غلام نہیں ہے اور وہ اس کے ساتھ غلاموں والا سلوک نہیں کر سکتا۔ اس نئے آقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ غلام کو خریدتے ہی آزاد کر دے۔

یہودیت کی تعلیمات کے مطابق آقا غلام کے ساتھ برابر کا سلوک کرے۔ یہاں تک کہ کوئی آقا اچھی شراب پیئے تو وہ غلام کو بھی اچھی شراب پلائے۔آقا جیسے اپنے لئے بستر بنائے ویسا ہی غلام کو دینا چاہیے۔

کدواش 20-A کے مطابق تالمودی تعلیمات میں بتایا گیا ہے کہ عبرانی غلام مالک کی طرح ہوتا ہے۔ وہ جس نے ایک عبرانی غلام خریدا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے لئے مالک حاصل کیا ہو۔

احبار 25:46 میں بتایا گیا ہے کہ غلام بھائیوں جیسے ہیں کہ تم اپنے بھائیوں بنی اسرائیل پر حکم نہ چلاؤ۔

عبرانی عورتوں اور مرد غلاموں کے متعلق قوانین صرف جوبلی سال میں لاگو ہوتے ہیں اس سال کے علاوہ وہ غلام ہی رہیں گے۔ یہودیت کی تعلیمات غلامی کے بارے میں یہ بھی ہیں کہ غلام کے ساتھ غلام کی طرح برتاؤ کیا جانا چاہئے یعنی غلام کو آقا کے لیے کام کرنا چاہئے۔

مسنہ تورات میں باب: 5 میں غلام کے اعضاء ٹوٹنے یا اسے زخم آنے کے بارے میں تین اصول بتائے گئے ہیں:

1۔غلام کو اس کے اعضاء ٹوٹنے یا ضائع ہونے کی وجہ سے کیسے آزادی کا سبب بنتے ہیں۔غلام کی آزادی اس صورت میں ہوگی جب کوئی ظاہری داغ لگے یا اعضاء کا ٹوٹنا ظاہری ہو۔ علاوہ ایسا اعضاء جو نظر نہ آئے جیسے دانت توڑ دینا وغیرہ اس سے غلام کو آزادی نہیں ملے گی۔

2۔ صرف اعضاء یا اعضاء کے ٹوٹنے کی وجہ سے رہائی پانے والے غلام وہ ہوں گے جن کے اسے اعضاء ٹوٹے ہوں مزید شرط یہ لگائی کہ آزاد ہونے والے غلام کے ختنے بھی ہوئے ہوں۔

3۔اگر غلام کی ایک اضافی انگلی ہو تو آقا اس انگلی کو کاٹ دے تو غلام کو اس کے بدلے میں آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر غلام کی آنکھ آقا کی وجہ سے ضائع ہو جائے تو غلام کو آزاد کر دیا جائے گا یعنی متعلقہ عضو کی وجہ سے غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔(5)

مزید غلاموں کی آزادی کے بارے میں یہودیت کی منفرد تعلیمات یوں کہ

"غلاموں کو ان کے اعضاء ٹوٹنے کی وجہ سے ہر جگہ اور ہر دور میں چھوڑا گیا اور حکم متعلقہ عدالت کے جج دے سکتے ہیں کیونکہ اگر کوئی غلام دعویٰ کرے کہ اس کے آقا نے اس کا دانت توڑا ہے یا آنکھ ختم کی ہے۔ متعلقہ عدالت اس بارے میں آقا سے جواب طلبی کرتی ہے۔ مالک نے اعتراف بھی کر لیا ہو تو وہ اس وقت تک ذمہ داری نہیں ہو گا جب تک گواہ گواہی نہ دیں گواہیوں کی گواہی سے ہی غلام کو آزادی ملے گی۔" (6)

یہودیت کی تعلیمات کے مطابق

"جب کوئی مالک اپنے عبرانی غلام کو غیر اقوام میں فروخت کرتا ہے تو سابقہ مالک کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ غیر قوموں سے غلام واپس دس گنا قیمت کے عوض خریدے گا اور غلام کو رہا کر دیا جاتا ہے۔ اگر سابقہ مالک دس گنا قیمت ادا کرنے سے انکار کر

دے یا متعلقہ غلام کو نہ خریدے تو مالک سے یہ جرمانہ اکٹھا کیا جاتا ہے اور ماہر ججوں کی عدالت میں فیصلہ سنا یا جاتا ہے۔ اگر سابقہ مالک جو غلام کو فروخت کرنے والا تھا وہ فوت ہو جائے تو اس کے وارثوں سے کسی رقم کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ دس گنا ادا کریں۔" (7)

اگر کسی اسرائیلی کا غلام بھاگ کر کہیں پناہ لے لے تو متعلقہ لوگ مالک کو غلام واپس نہ کریں۔

تالمودی تعلیمات کے مطابق جب غلام سو رہا ہو تو اسے نہ جگا یا جائے۔ یہودی روایات کے مطابق یہ قول معروف ہے جس نے اپنی نیند پوری نہیں کی ہم نے اس کی تعلیم پوری نہیں کی۔ (8)

ربی شمعون کی رائے سونے والے غلام کے بارے میں مختلف ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جو شخص بستر کے نیچے سوتا ہے اس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی ہے۔ (9)

یہودی روایات کے مطابق اگر کوئی یہودی اپنے غلام کو غیر اقوام میں فروخت کرے اور دوسرا مالک اسے بتوں کی خدمت کرواتا ہو تو غلام کو اس سے آزاد کرای جائے گا۔ علاوہ ازیں اگر یہودی اپنے غلام کو مرتد یہودی کے ہاں فروخت کرے تو غلام اپنے سابقہ مالک کی جائیداد پر قبضہ کر کے اپنی مالیت کے برابر جائیداد لے کر اپنے مالک کو دے کر اپنے آپ کو آزاد کرا سکتا ہے۔ (10)

یہودیت کے مطابق اگر اسرائیل میں رہنے والا کوئی شخص اپنے غلام کو دوسرے ملک سے تعلق رکھنے والے شخص کو فروخت کرے تو غلام کو آزاد کرایا جائے گا۔

یہودیت کے مطابق کوئی آقا اپنے غلام کو مجبور نہیں کر سکتا کہ اس کی مرضی کے خلاف اسے دوسرے ملک میں منتقل کیا جائے۔ یہ قانون ہر دور میں لاگو ہوتا رہا یہاں تک کہ دور حاضر میں یہی قانون لاگو ہے۔ (11)

یہودیت کے مطابق جب غلام تارکین وطن سے فرار ہو کر اسرائیل میں آ جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے مالک سے کہا جائے گا کہ اس غلام کی رہائی کا بل تیار کرے۔ غلام اپنے مالک کو اپنی مالیت کا وعدہ نامہ لکھ دے گا۔ آقا اس وقت تک اپنے پاس رکھے جب تک آزاد کردہ غلام وہ رقم کما کر اسے واپس نہ کر دے۔ اگر آقا اسے آزاد نہ کرے تو عدالت اس کی ملکیت کو باطل قرار دے گی اور وہ آزاد ہو جائے گا۔ (12)

یہودیت کے مطابق جو غلام بھاگ کر اسرائیل آیا ہو تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ (13)

یہودیت میں غلامی کی ایک منفرد قسم یہ بھی ہے کہ جب کوئی یہودی غیر یہودی سے کوئی غلام خریدے اس غلام کا ختنہ نہ ہوا ہو تو مالک اپنے غلام کو بارہ ماہ تک چھوڑ دے گا اگر اس مدت میں غلام ختنہ کرانے پر رضامند نہ ہوا تو یہودی مالک کے لیے ضروری ہے کہ غلام کو غیر قوم یا تارکین وطن کے ہاتھوں فروخت کر دے۔ اس کے برعکس اگر غلام نے شروع سے یہ شرط رکھی کہ وہ ختنہ نہیں کروائے گا تو یہودی مالک جب چاہے اپنے غلام کو غیر قوم یا تارکین وطن کے ہاں فروخت کر سکتا ہے۔ اگر کوئی غلام ایسا ہو جس کا ختنہ ہوا ہو اور وہ بدمعاشوں کے ہاتھوں پکڑا گیا ہو تو مالک غیر قوم یا تارکین وطن یا بدمعاشوں سے اس کے پیسے وصول کر سکتا ہے۔ (14)

یہودیت کے مطابق اگر مالک غلام کو قتل کردے تو وہ گھر کا مالک مقتول غلام کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرائے گا ۔(15)

یہودیت کی تعلیمات کے مطابق غر مشروط غلام سے کام لینا جائز ہے۔ مالک غلام کو رسوانہ کرے ۔غلام کو کھانے پینے کے لیے دے ۔غلاموں سے نرمی سے بات کی جائے ان کی شکایتوں کو سنا جائے۔(16)

نیک غلاموں کے ساتھ وھی سلوک کیا جائے جو خاندان کے کسی فرسے کیا جاتا ہے۔(17)

یہودیت میں تصور غلامی لامحدود نہیں ہے ۔ یہودیت میں غلامی کے تصور کو قانونی، اخلاقی اور اصطلاحی حدود تک رکھا گیا ہے۔ یہودیت میں غلامی کے تصور کے لیے تورات بالخصوص اسفار خمسہ اور متعلقہ تعلیمات کو اخذ کیا گیا ہے۔ یہودیت میں تصور غلامی میں منفرد پہلوؤں کا خلاصہ یوں ہے۔

یہودیت میں تصور غلامی فطری یا دائمی حالات میں نہیں بلکہ معاشی مجبوری یا قانونی سزا یا سماجی تحفظ ہوتا ہے ۔ یہودیت میں انسان کو ہمیشہ کے لیے غلام نہیں بنانا ہوتا بلکہ اسے اس کی خود مختار زندگی میں آزاد ہونا تا ہے۔

یہودیت میں غلامی غربت کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی انسان غربت کی وجہ سے اپنے آپ کو فروخت کردے یا کسی انسان نے چوری کی ہو تو چوری کے بدلے میں اسے غلام بنا یا جاتا ہے۔

یہودیت میں غلامی کی مدت چھ سال مقرر کی گئی ہے ساتویں سال غلام خود بخود آزاد ہو جاتا ہے۔

یہودیت میں مالک کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے غلام کے ساتھ انسانی اور برابری کا سلوک کرے غلام کو جسمانی یا نفسیاتی نقصان نہ پہنچائے۔

تالمود کے مطابق جو شخص عبرانی غلام خریدتا ہے وہ اپنے لئے ایک آقا خریدتا ہے یعنی غلام کی حیثیت آقا کی سے ہوتی ہے۔

یہودیت کی تعلیمات کے مطابق غلام اگر غیر یہودی بھی ہو تو اس کے ساتھ بھی قتل یا تشدد سے منع کیا گیا۔

اگر مالک غلام کو مستقل نقصان پہنچائے یا مسلسل تشدد کرے تو وہ غلام فوراآزاد ہو جاتا ہے۔آزادی غلام کا حق ہے۔

یہودیت کے بنیادی اصول کے مطابق تمام انسان خدا کی صورت پر پیدا کئے گئے ہیں اسی وجہ سے غلام کو جانور نہیں بلکہ انسان سمجھا گیا ہے۔ اسے عبادت اور سبت کے دن آرام اور بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں۔

یہودیت نے غلامی کو محدود کر دیا ہے ۔ یہودیت میں غلامی کی حدود مقرر کر دی ہیں ۔قرون وسطیٰ کے بعد یہودیت میں غلامی تقریباً ختم ہو گئی ہے ۔

غلامی انسانی وقار کو مجروح کئے بغیر سماجی مسائل کا حل ہے۔

دور حاضر میں یہودی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تورات نے غلامی ایجاد نہیں کی۔ دور جدید میں غلامی کو بتدریج ختم کیا جارہاہے کیونکہ تورات کا مرکزی پیغام انسانی وقار ہے۔ دور جدید میں یہودیت کی تعلیمات کے مطابق غلام کوآزاد کرنا عبادت تصور کیا جانے لگا۔ غلام کواذیت دینا سنگین جرم قرار دیا گیا اس لئے غلامی نا قابل قبول ہے۔

مسیحیت میں تصور غلامی کے منفرد پہلو

مسیحیت میں غلامی کو بنیادی طور پر روحانی، اخلاقی اور انفرادی آزادی کے طور پر پرکھا جاتا ہے۔انفرادی طور پر مسیحیت میں غلامی کے تصور کو یوں سمجھا جاسکتا ہے:

مسیحیت کی تعلیمات کی رو سے غلامی گناہ کی غلامی ہے اور آزادی خدا سے تعلق ہے جیسا کہ انجیل یوحنا میں بیان ہوا ہے:

"جو گناہ کرتا ہے وہ گناہ کا غلام ہے۔" (18)

مسیحیت کی رو سے انسان ایمان کے بل بوتے پر گناہ سے آزاد ہو جاتا ہے اور خدا کا بندا بنتا ہے یعنی غلام جسمانی طور پر تو غلام ہو سکتا ہے لیکن روحانی طور پر وہ آزاد ہوتا ہے۔

مسیحیت کی تعلیمات کے مطابق خدا کا غلام ہونا ذلت نہیں ہے بلکہ انسانی اعزاز سمجھا جاتا ہے جیسا کہ رومیوں میں وضاحت کی گئی ہے:

"حضرت یونسؑ خود کو مسیح کا غلام کہتے ہیں۔"

مسیحیت کی تعلیمات کے مطابق یہاں غلامی سے مراد خدا کی مرضی کے مطابق زندگی، محبت اطاعت اور اخلاقی ذمہ داری سے صبر کرنے کو کہا جاتا ہے۔

مسیحیت کی ابتداء میں غلامی ایک عام سماجی نظام گردانا جاتا تھا لیکن بعد کی تعلیمات میں سے غلام اور مالک کو انسانی وقار کا پابند کر دیا تھا۔غلاموں کے ساتھ نرمی، انصاف اور محبت سے پیش آنے کو کہا گیا اور روحانی سطح پر غلام اور آزاد کو برابر قرار دے دیا ہے۔ جیسا کہ گلیگلیو میں بتایا گیا ہے

"غلام رہا نہ آزاد۔۔۔تم سب مسیح ایک ہو۔" (19)

مسیحیت کی تعلیمات یہ ہیں کہ کوئی فرد ظلم نہ کرے کسی انسان کو حقیر نہ سمجھے۔ محبت، قربانی اور خدمت کو اختیار کرے۔ یہی تعلیمات آگے چل کر غلامی کے خلاف تحریکوں کی بنیاد بنیں۔

جدید مسیحیت اور کلیسا اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ غلامی انسانی وقار کے خلاف ہے۔ مسیحی تعلیمات میں غلامی کے خاتمے کی حمایت کی گئی ہے۔اصل پیغام یہ ہے سب انسان آزاد، باعزت اور خدا کی نظر میں برابر ہیں۔ مسیحیت میں انسانی غلامی کو ناپسندیدہ تصور کیا جاتا ہے۔

مسیحیت میں غلامی کا انفرادی تصور روحامی غلامی یعنی گناہ اور روحانی آزادی یعنی ایمان کے گرد گھومتا ہے۔ خدا کی بندگی کرنے کو نجات اور عزت خیال کیا جاتا ہے۔انسانی زندگی کو اخلاقی طور پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔جدید مسیحیت میں غلامی کو رد کر دیا ہے۔

حضرت مسیحؑ کی تعلیمات میں غلامی کی صاف طور پر مذمت نہیں کی ہے۔

غلامی کا مخالف گروہ اپنی تائید میں انجیل کی کوئی آیت بھی پیش نہیں کر سکا۔

غلامی کے حامی انجیل کے اصل متن سے استدلال کرتے ہیں۔

سینٹ ہال کی تعلیمات میں کہا گیا کہ یہ آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں۔

مسیحی تعلیمات کے مطابق اگر غلام آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ جائے اور وہ واپس آ جائے تو اسے معاف کر دیا جائے۔

دور حاضر میں مسیحیوں نے غلامی کا بازار گرم کیا ہوا ہے وہ مسیحی تعلیمات تاویلات کرتے ہیں اور غلاموں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔

مسیحی تعلیمات میں انجیل کے مطابق غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم کہیں نہیں ہے نہ ہی ان سے حسن معاشرت کی تلقین کی گئی ہے۔غلاموں کے اپنے آقاؤں کی ہر صورت میں اطاعت ضروری قرار دی گئی ہے۔

مسٹر ایل۔ڈی۔اگیٹ (LD. (Agate) نے مسیحی نقطل نظر غلامی کے بارے میں یوں بیان کیا ہے:

"حضرت مسیحؑ کی تعلیمات میں غلامی کی صاف طور پر مذمت کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ غلامی کا مخالف گروہ اپنی تائید کے لیے انجیل کی کسی ایک آیت کو بھی پیش نہیں کر سکتا۔اس کے بر خلاف غلامی کا حامی گروہ اپنی تائید کے لیے انجیل کے اصل متن (Scripture) کے الفاظ سے استدلال کر سکتا ہے۔ ہمارے آقا (حضرت مسیح) نے اپنے عہد کے سیاسی اور معاشرتی حالات کو پیش نظر رکھ کر ایسی تعلیمات تلقین کی ہیں جو عیسائی گرجا اور تاریخ کے دور میں خود بخود حالات کے مطابق کام کرتی رہیں۔ سینٹ پال کی تعلیمات میں کہا گیا ہے کہ آزاد غلام دونوں برابر ہیں، لیکن اس سے زیادہ وضاحت ہم کو اس پیغام میں ملتی ہے جو سینٹ پال نے فائمین (Philman) کے نام بھیجا تھا اور جس میں انہوں نے اس کے بھاگے ہوئے غلام او نیسمین (Oniscmus) کو حکم دیا ہے کہ پھر اپنے آقا کے پاس واپس چلا جائے۔ سینٹ پال اپنے پیغام میں فائنمین سے درخواست کرتا ہے کہ او نیسمین کا گناہ معاف کر دینا چاہیے لیکن نفس غلامی کی خدمت انہوں نے کہیں نہیں کی ہے۔" ([20])

مسیحی ارباب قلم نے جب دیکھا کہ غلامی کی مذمت تمام انجیل میں کہیں نہیں ہے اور مسیحی ممالک میں غلام بنانے اور غلاموں کی خرید و فروخت کرنے کا رواج بہت افراط و بہتات کے ساتھ پایا جاتا ہے تو اب انہوں نے حضرت مسیحؑ کی تعلیمات میں تاویلات اور توجیہات پیدا کرنی شروع کیں اور اس سلسلہ میں خوب خوب موشگافیاں کیں۔

اس بارے میں یوں وضاحت کی گئی ہے:

حضرت مسیحؑ نے غلامی جیسی وحشیانہ رسم کی مذمت کیوں نہیں کی؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کے تین اسباب ہیں:

ہمارا آقا (حضرت مسیح) نے اپنی تعلیمات ایسے انداز میں پیش کی ہیں جو ہر زمانہ کے سیاسی حالات کے ماتحت قابل عمل ہو سکیں۔

یک لخت غلامی کے رواج کا خاتمہ کر دینا، اس کے لیے کوشش کرنا رومانی سوسائٹی کے نظام معاشرت کو صدمہ عظیم پہنچاتا۔

گرجا کا ابتدائی عہد اس امید میں تھا کہ حضرت عیسی: پھر دوبارہ جلد ہی تشریف لائیں گے۔اس بناء پر غلامی ایسی مادی چیز پر کوئی توجہ نہیں کی گئی اور یہ خیال قائم کر لیا گیا تھا کہ ہر انسان کو اپنی اس دنیوی زندگی میں اپنی حالت پر قانع رہنا چاہیے خواہ وہ کسی کا حاکم ہو کر زندگی بسر کر رہا ہو یا کسی کا محکوم و مغلوب ہو کر۔

اس بارے مین سینٹ پال کے بارے میں یوں تحقیق کی گئی ہے:

" غالباً سینٹ پال کو اس کا خطرہ تھا کہ اگر مسیحیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ تمام عیسائی خواہ وہ دنیوی پوزیشن کے اعتبار

سے ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف ہوں روحانی برتری اور معنوی بزرگی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے برابر ہیں تو کہیں اس احساس کے باعث پرانا نظام معاشرت درہم برہم نہ ہو جائے۔

ہم نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کی یہ توجیہات وتاویلات غلط ہیں لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت بھی یہ تاویلات ان مسیحی ارباب قلم سے فراموش نہ ہو جاتیں۔" (21)

آقا اور غلام کا کیا رشتہ ہوتا ہے ؟اسکندریہ کے سینٹ کائرل نے ان دونوں کو صانع اور مصنوع سے تشبیہ دی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات غلام کو کس مستحقرانہ نظر سے دیکھتے تھے۔(22)

انجیل میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم کہیں نہیں ہے اور نہ ان کے ساتھ حسن معاشرت کرنے پر زور دیا گیا ہے ۔ اس کے برعکس غلاموں کو جگہ جگہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اپنے آقاؤں کی اطاعت کریں اور ان کے حکم سے سر مو منحرف نہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ کے ایک حواری بولیس نے اپنے ایک خط میں جو اس نے افسس مین کے نام لکھا ہے، غلاموں کا ذکر کیا ہے اور ان کو تاکید کی ہے کہ تم اپنے آقاؤں کی اطاعت ایسی ہی کرو جیسا کہ حضرت مسیح کی کرتے ہو۔

جو خط تیموشاؤس کو لکھا ہے اس میں بھی یہی تحریر کیا ہے اور اخیر میں یہ تصریح کردی ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ حضرت مسیح کی بعینہٖ تعلیم ہے اور جو شخص اس سے انکار کرتا ہے جھوٹا ہے۔

حضرت عیسی کے ایک دوسرے حواری پطرس نے بھی غلاموں کو وصیت کی ہے کہ انہیں چاہیے ہر وقت اپنے آقاؤں کے اطاعت گذار وفرمانبر دار بنے رہیں۔

پولیس نے جو خط اہل افسس کے نام لکھا تھا قدسیس باسیلیوس نے اپنی کتاب "القواعد الاوبید" میں اس کے بعض حصوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ خط اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ غلام پر اپنے آقاؤں کی اطاعت واجب ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

مسیحی علماء غلامی کو انسانی بے کسی وبے بسی کا کوئی المناک حادثہ نہیں سمجھتے تھے ۔ بلکہ ان کا خیال تھا کہ انسانی طبیعت کا اقتضاء ہی یہ ہے کہ ان میں بعض افراد احرار ہوں اور بعض غلام۔ جیسا کہ قدلیس توماس نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے اور پھر اپنے دعوے کو مذہبی وضعی قوانین سے ثابت کیا ہے۔

ان لوگوں کو غلاموں پر رحم کیوں آتا۔ یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے غلاموں کو قتل نہیں کیا یہی ہمارا سب سے بڑا احسان اور کرم ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور پادری بوسونٹ فرنساوی نے لکھا ہے۔

علامہ فرید وجدی نے لاروس کے انسائیکلو پیڈیا کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام مسیحی علماء اس کا اقرار کرتے ہیں کہ غلام بنانے کا رواج ان کے ہاں مشروع تھا اور مذہبی احکام میں داخل تھا۔

مسٹر اے۔این گلبرٹسن تحریر فرماتے ہیں:

ہم کو یہ یاد دلانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ ابھی تھوڑے ہی زمانہ تک غلامی نہ صرف یہ کہ ترقی یافتہ قوموں کی حکومتوں میں منظّم طریقہ پر قائم تھی۔

وہ قومیں جو مذہبا عیسائی تھیں بلکہ دینیات کے بڑے بڑے عالم اس کو حکم خداوندی سمجھتے تھے اور ایک مصلحانہ قانونیقین کرتے تھے۔

پھر اس مصلحانہ قانون میں اس قدر شدت اور افراط ہوئی کہ افریقہ کی بعض قوموں کا بالکل خاتمہ ہی ہو گیا اور یورپ والوں نے ان کو پکڑ پکڑ کے غلام بنالیا۔ ایک عیسائی مبلغ لکھتا ہے:

یورپ والوں نے افریقہ کے سیاہ فام انسانوں پر بڑے بڑے مظالم کیے ہیں اور اتنے سخت کہ اب ان کا کفارہ بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر قومیں بالکل ختم ہو گئی ہیں۔ مثلاً مونغوی اور فالوہ اور نکومی سفید فام نحاس آتے تھے اور انہیں اور ان کے بچوں کو گرفتار کر کے لے جاتے تھے۔

غلاموں کی تجارت

بازاروں میں غلاموں کی کھلم کھلا تجارت ہوتی تھی اور بازاری چیزوں کی طرح ان کا لین دین ہوتا تھا۔ مختلف شہروں میں ان کے مستقل بازار قائم تھے اور ان کے لیے پوپ سلیٹائن پنجم نے خاص خاص قواعد بنائے تھے جن میں سے بعض یہ ہیں:

یہودی صرف وہی غلام رکھ سکتے ہیں جن کو گھروں میں پالا گیا ہو۔

اگر وہ غلام مسیحی ہوں تو آزاد ہو سکتے ہیں۔

اگر کسی پادری نے کسی باندی سے شادی کر لی ہے تو اس کے تمام بچے گرجا گھر کے غلام سمجھے جائیں گے۔ ان کو اپنے باپ (پادری صاحب) کے گناہ کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

مسٹر اے۔ ین گلبرٹسن نے بالکل صاف لفظوں میں کہا ہے کہ مسیحی پیشوا یان قوم غلاموں سے تو یہ کہتے تھے کہ اپنے آقاؤں کی اطاعت کرو لیکن آقاؤں سے یہ نہیں کہا کہ اپنے غلاموں کو آزاد کرو۔ (23)

غلاموں کے ساتھ سلوک کا فقدان

غلاموں کے ساتھ عیسائی اقوام کا معاملہ اچھا نہیں تھا۔ زمین میں کاشت کراتے تھے، سخت سے سخت کام لیتے تھے اور چھوٹی چھوٹی خطاؤں پر بری طرح زد و کوب کرتے اور سنگین سزائیں دیتے تھے۔ ویسٹر مارک کہتا ہے:

"غلامی کا رواج کم از کم برطانوی مستعمرات میں اور ان مقامات پر جہاں غلامی کا رواج ہے ظلم و ستم کے اعتبار سے اس غلامی سے بدرجہا زیادہ ظالمانہ اور جابرانہ ہے جو کافروں کے قدیم و جدید ممالک میں پایا جاتا ہے۔"

یہی مصنف دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

" تیرہویں صدی میں آقا کو اپنے غلام پر ہر طرح کا حق تھا کہ چاہے تو اس کو زندہ رہنے دے یا ہلاک کر دے یہ لوگ غلام کو لکھنے پڑھنے سے منع کرتے تھے اور جو اس کے خلاف کرتا تھا اس کو سزا دی جاتی تھی۔ غرض یہ تھی کہ غلام اپنے حقوق سے بے خبر رہیں۔" (24)

دین اسلام کی تصور غلامی کے متعلق منفرد تعلیمات

اسلام میں غلامی کا تصور دوسرے الہامی ادیان کی نسبت صاف اور واضح ہے۔ اسلام میں غلامی کے تصور کی بنیاد ذاتی حیثیت، اخلاقی وقار، حقوق اور روحانی مساوات پر مبنی تعلیمات ہیں۔ اسلام کی غلامی کی حوصلہ افزائی نہیں کہ نہ ہی کوئی غلامی

کا کوئی باقاعدہ ادارہ قائم کیا ہے بلکہ غلامی کی موجودہ سماجی حقیقت کو بتدریج ختم کرنے کی حکمت عملی اختیار کی ہے۔ اسلام میں غلامی کی انفرادی جہات کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

دین اسلام میں انسان کو پورا تسلیم کیا گیا ہے۔ غلام کو بھی عقل، اطمینان اور اخلاقی ذمہ داری کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں غلام کو عبد کے حوالے "مالملکت ایمانکم" فرمایا گیا ہے۔ جس میں تحقیر نہیں کی گئی بلکہ ایک قانونی حیثیت کو بیان کیا گیا ہے۔ غلام اخلاقی و دینی ذمہ داری رکھتا ہے۔ عبادات کا مکلّف ہے۔ روحان طور پر آزاد انسان کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ ([25])

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

اسلام نے غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو دینی فریضہ قرار دیا ہے کہ غلام کو آقا وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے۔ غلام کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ غلام کی استعداد سے زیادہ کام نہ کرایا جائے۔ مالک کے لئے ضروری ہے کہ غلام پر جسمانی یا نفسیاتی تشدد نہ کرے۔ دین اسلام کی رو سے ہر بندہ اللہ کا غلام ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ ([26])

"جن اور انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔"

اسلام میں انسانی حرمت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اسلام نے انسان کی اصل حیثیت آزادی و عزت کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ ([27])

"اور یقینا ہم نے نبی آدم کو عزت دی۔"

اسلام کی رو سے غلام بھی اسی انسانی عزت کے لائق ہے۔ غلامی اس کی انسانیت یا اخلاقی قدر کو کم نہیں کرتی۔

اسلام نے غلامی کو ابدی نظام نہیں بنایا بلکہ غلامی کے لیے اسباب کو محدود کیا ہے۔ انسانوں کو غلام بنانے کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے۔ انسانی آزادی کو ترجیح اخلاقی قدر قرار دیا ہے۔

انسانی غلامی کے بارے میں حضرت عمر کا قول موجود ہے کہ

"تم نے انسان کو کب سے غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔" ([28])

شریعت اسلام کی رو سے غلام معاہدے کے ذریعے اپنے آپ کو آزاد کرا سکتا ہے۔

فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا۔ ([29])

"پس تم ان سے مکاتبت کرلو اگر تم ان میں بھلائی پاؤ۔"

مندرجہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام غلام کو اپنی محبت اور صلاحیت کے ذریعے آزادی حاصل کرنے کا حق دیتا ہے۔

اسلام میں کفارات سے غلام کی آزادی ممکن ہے کہ قتل خطاء ، قسم توڑنا یا ظہار کی صورت میں غلام آزاد کرانا کفارہ ہے۔

اسلام نے غلامی کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ موجودہ غلامی کے نظام کو انسانی اخلاقی اور قانونی اصلاح کے ذریعے ختم کرانے کی کوشش کی ۔اسلام نے غلام کو مضبوط کیا اور متعلقہ ادارے کو کمزور کیا جو غلامی کے حق میں تھا۔

دین اسلام کی رو سے کوئی مسلمان کو دوسرے مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتا۔ مسلمان صرف غیر مسلم کو غلام بنا سکتا ہے جو جنگ میں پکڑے جائیں۔

مسلمان کا اپنے مسلمان غلام کو غیر مسلم کو فروخت کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی غیر مسلم مالک کا غلام غیر مسلم تھا اور غلام نے اسلام قبول کر لیا ہو تو شریعت اسلام کی رو سے اسے غیر مسلم سے خرید کر آزاد کرایا جائے۔

شریعت اسلام کی رو سے مالک اپنے غلام سے اس کی استعداد سے زیادہ کام نہ لے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے:

"حضرت عمر بن خطاب ہر ہفتہ کو مدینے کے اطراف میں جایا کرتے تھے اور اگر کسی غلام کو کسی ایسے کام میں مشغول دیکھتے کہ وہ کام غلام کی استعداد سے زیادہ ہوتا تو وہ اسے چھڑا لیتے تھے۔" (30)

اور اگر غلاموں کے ساتھ آقا سفر کرے تو آقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ غلام کو بھی سواری پر سوار کرے خواہ مجبوری کی حالت میں باری باری سوار ہونے کی نوبت آئے۔ (31)

شریعت اسلام کی رو سے آقا کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے غلام کو قتل کرے یا اسے زخمی کرے یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹ کر مثلہ کرے۔ (32)

شریعت اسلام کی رو سے اگر کوئی آقا اپنے غلام کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ غلام کو آزاد کر دے۔ (33)

دین اسلام کی رو سے آقا اپنے غلام کے والدین کو برا بھلا نہ کہے۔

اسلام کی رو سے غلام اگر بیمار ہو جائے یا اندھا ہو جائے یا اس کمائی ختم ہو جائے تو اس کے آقا پر لازم ہو گا کہ وہ اس کا نفقہ اور دیکھ بھال کرے۔ (34)

اگر غلام فوت ہو جائے تو اس کی تدفین کے اخراجات آقا کے ذمہ ہونگے۔ (35)

قرآن مجید میں مالکان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے غلاموں کو قسطوں پر ان کی آزادی واپس خریدنے کی اجازت دیں ۔ قرآن کریم میں غلامی کے تقریباً تمام دروازے بند کر دیئے گئے ۔ اغواء ، قرض کی غلامی ، آزاد لوگوں کو فروخت کرنا ، آزاد شہریوں کو غلام بنانا جیسی صورتوں کو ممنوع قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ۔ (36)

"کسی نبی کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے (یا غیر قانونی طور پر غلام بنائے)۔"

قدیم ادوار میں جنگی قیدیوں کو عام طور پر سولی پر لٹکا دیا جاتا تھا یا ان قیدیوں کو غیر معینہ مدت تک غلام بنا لیا جاتا تھا۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ ان پر رحم کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

إِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً۔ (37)

"یا تو انہیں فضل کے طور پر چھوڑ دو یا تاوان وصول کرو۔"

اسلام نے شروع سے ہی غلامی کو ختم کرنے پر زور دیا۔ قرآن مجید میں کئی بار اس اعلان کا اعادہ کیا گیا ہے کہ غلامی کو ختم کیا جائے اور غلاموں کو آزاد کرانے کی ترغیب بھی دی جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

فَكُّ رَقَبَةٍ۔ (38)

"غلام کو آزاد کرنا۔"

اسلام میں غلام آزاد کرنے کو راست بازی کا راستہ قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں غلاموں کو آزادی میں بڑی بڑی غلطیوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حادثاتی قتل، پختہ قسموں کو توڑنا، روزے کے قوانین کی خلاف ورزی کرنا، قبل از اسلام طلاق کے طریقے، انہیں قوانین نے آزادی حاصل کرنے کے لئے مسلسل ترغیبات پیدا کیں۔

غلاموں کے ساتھ رسول کریم ﷺ نے ہمیشہ اچھا سلوک روا رکھنے کا حکم دیا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے پر زور دیا۔ انہیں سے بھائی چارے، ہمدردی اور مساوات کا درس دیا۔ فرمایا

اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم۔ (39)

"تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہاری نگرانی میں رکھا ہے۔"

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے ملکیت کی برتری کے تصور کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ ہمدردی اور ذمہ داری نے لے لی۔

اسلام نے غلاموں کو وہ حقوق دیئے ہیں جو دنیا کی کوئی تہذیب و مذہب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ مالک کے برابر مناسب خوراک و لباس، جسمانی نقصان سے تحفظ، شادی کا حق، دولت کی ملکیت کا حق، معاہدے کے ذریعے آزادی حاصل کرنے کا حق انہیں حقوق کی وجہ سے جو اسلام نے غلامو کو عطا کئے ہیں ان کی مستقل غلامی سے عارضی غلامی میں تبدیل کر دیا ہے۔

اسلام نے غلاموں کے ساتھ زیادتی کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ اسلام کے مطابق جو غلاموں سے بد سلوکی کرے گا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ رسول کریم ﷺ نے اس بارے میں یوں ارشاد فرمایا

من عطم مملوکہ فکفارۃ ان یعتقہ۔ (40)

"جو اپنے غلام کو مارے تو اسے کفارہ کے طور پر آزاد کرنا ہوگا۔"

رسول کریم ﷺ کے اس فرمان سے غلاموں کے ساتھ بد سلوکی کی حوصلہ شکنی کی گئی اور ان کی آزادی کو تیز کیا گیا۔

دین اسلام میں غلاموں کے جنسی استحصال کو ممنوع قرار دیا ہے۔ غلاموں کی جسم فروشی یا جبر سے سختی کرنا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اس بارے میں ارشاد ہوا ہے

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ۔ (41)

"اور اپنی لونڈیوں کو جسم فروشی پر مجبور نہ کرو۔"

شریعت اسلامیہ کے اس حکم سے انسانی وقار اور جسمانی خود مختاری کی حفاظت کی گئی ہے اور ہر انسان کی عزت نفس کا خیال رکھا گیا ہے۔

اسلام نے غلاموں کے لئے شادی اور خاندانی حقوق کی حوصلہ افزائی کی ہے جیسا کہ آزاد انسان کو شادی اور خاندانی حقوق حاصل ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ۔ (42)

"اور تم ان سے نکاح کرو جو غیر شادی شدہ ہیں۔"

اسلام نے غلاموں کو آزادی کا حق یہ بھی دیا ہے کہ سماجی لحاظ سے آزاد ہوں گے۔

اسلام نے غلامی کو ایک دم ختم نہیں کیا بلکہ بتدریج ختم کیا ہے۔ اسلام کا غلامی کے خاتمے کا طریقہ اتنا آسان ہے کہ اس سے معاشی بد حالی اور فاقہ کشی سے اجتناب کیا گیا ہے۔ اسلام نے غلامی کے قدیم ذرائع کو ختم کیا۔ آزادی کو روحانی طور پر فائدہ مند بنایا۔ غلامی میں اخلاقی بد حالی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اسلام نے غلاموں کی آزادی کو قانونی ذمہ داریوں سے جوڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں غلامی کا خاتمہ ہوا اور غلامی اسلامی معاشروں سے غائب ہوئی ہے۔

اسلام نے نسلی غلامی کو ختم کیا ہے ۔ وراثتی غلامی کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اسلام نے غلام کو قانونی تحفظ فراہم کیا ہے اور غلام کی اخلاقی حیثیت کو بحال کیا ہے۔

اسلام کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں عام کی گئی ہیں کہ اسلام غلامی کو فروغ دیتا ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے اور اسلام پر بہتان لگایا جاتا ہے۔ اسلام نے غلامی کو محدود کیا ہے اور غلامی کے خاتمے کا راستہ اپنایا ہے۔ نبی کریم ﷺ جن غلاموں کے مالک تھے انہیں آزاد کر دیا تھا اور ان غلاموں کے ساتھ اپنے خاندان والوں جیسا سلوک کیا گیا جیسا کہ حضرت زید بن حارثہ سے سلوک کیا گیا۔

اسلام نے غلامی کو مثالی قرار نہیں دیا بلکہ قانونی اصطلاحات ، اخلاقی جوابدہی اور روحانی ترغیب کے ذریعے ایک تاریخی حقیقت کی نشاندہی کی ہے۔ غلامی کے ذرائع محدود کئے ہیں۔ غلاموں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ جبر و ظلم کی حوصلہ شکنی کی ہے ۔ اسلام نے انسانی وقار اور آزادی سے جڑے ڈھانچے کے ساتھ منظّم طریقے سے غلامی میں اصلاحات کی ہیں.

نتیجہ

زیرِ نظر تحقیق کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ غلامی اگرچہ انسانی تاریخ کا ایک تلخ اور دیرینہ سماجی ادارہ رہی ہے، تاہم الہامی ادیان نے اس نظام کو نہ تو غیر مشروط طور پر قبول کیا اور نہ ہی انسانی استحصال کا ذریعہ بننے دیا۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام نے غلامی کے رائج سماجی ڈھانچوں کو اخلاقی اصولوں اور انسانی قدروں کے تحت منظّم کرنے کی کوشش کی، تاکہ غلاموں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ کیا جا سکے اور انسانی وقار کو محفوظ رکھا جا سکے۔ یہودیت میں غلاموں کے حقوق، آرام اور بعض حالات میں آزادی کی ضمانت دی گئی، جبکہ عیسائیت نے روحانی مساوات، محبت اور بھائی چارے کے اصولوں کے ذریعے غلام اور آقا کے درمیان امتیاز کو کمزور کیا۔ اسلام نے غلامی کے مسئلے کو سب سے جامع اور عملی انداز میں حل کیا، جہاں غلاموں کے

ساتھ حسنِ سلوک کو دینی فریضہ قرار دیا گیا اور ان کی آزادی کو نیکی، کفارے اور عبادت کا درجہ دے کر معاشرے میں تدریجی طور پر غلامی کے خاتمے کی مضبوط بنیاد رکھی گئی۔ یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ الہامی ادیان کی تعلیمات غلامی جیسے پیچیدہ سماجی مسئلے کے حوالے سے محض نظریاتی نہیں بلکہ اصلاحی اور عملی نوعیت کی حامل ہیں۔ ان ادیان کا بنیادی مقصد ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا تھا جس کی بنیاد عدل، مساوات، رحم اور انسانی احترام پر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ غلامی کے خاتمے کا تصور ان ادیان میں اچانک انقلابی حکم کی صورت میں نہیں بلکہ تدریجی اصلاح اور اخلاقی تربیت کے ذریعے پیش کیا گیا۔ عصرِ حاضر کے تناظر میں یہ مطالعہ اس امر کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کہ جدید انسانی حقوق کے تصورات اور آزادی کے اصول در حقیقت الہامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں۔ اگر ان مذہبی اصولوں کو صحیح معنوں میں سمجھ کر نافذ کیا جائے تو نہ صرف تاریخی غلامی بلکہ جدید دور کی مختلف شکلوں میں موجود انسانی استحصال، جبری مشقت اور سماجی ناانصافی کا مؤثر سدِباب ممکن ہے۔ یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ الہامی ادیان کا تصورِ غلامی دراصل انسانی آزادی، وقار اور عدلِ اجتماعی کے فروغ کا ایک ہمہ گیر اخلاقی منشور ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] . *Muhammad, Sardar, Rabiah Rustam, Saad Jaffar, and Sadia Irshad. "The Concept of Mystical Union: Juxtaposing Islamic And Christian Versions." Webology 18, no. 4 (2021): 854-864.*

[2] ۔ خروج، 21:1-6

[3] مشنہ کنوشین۔ 2:1-3

[4] . *Muhammad, Sardar, Saad Jaffar, Noor Fatima, Syed Ghazanfar Ahmed, and Asia Mukhtar. "The Story of Sulaiman (Solomon) and Bilquis (Sheba): Affinities in Quranic and biblical versions." J. Legal Ethical & Regul. Isses 25 (2022): 1.*

[5] ۔ مشنہ تورات 5:4-6

[6] مشنہ تورات، 5:17

[7] ۔ مشنہ تورات، 1:8

[8] ۔سکہ،11:22

[9] ۔سکہ11:20

[10] ۔مشنہ تورات،6:8

[11] ۔مشنہ تورات،9:8

[12] ۔مشنہ تورات،10:8

[13] ۔مشنہ تورات،11:8

[14] ۔مشنہ تورات:8:9-12

[15] *Jaffar, Saad, Muhammad Ibrahim, Faizan Hassan Javed, and Sonam Shahbaz. "An Overview Of Talmud Babylonian And Yerushalmi And Their Styles Of Interpretation And Legal Opinion About Oral Tradition." Webology 19, no. 2 (2022).*

[16] ۔مشنہ تورات،8:9

[17] ۔براخوت،6:16

[18] ۔رومیوں1:1

[19] ۔گلیگیو،28:3

[20] ۔انسائیکلوپیڈیا آر یلیجن اینڈ اتھکس، مضمون غلامی،ج:11

[21] ۔سعید احمد اکبر آبادی، مولانا،اسلام میں غلامی کی حقیقت،ص:23-24

[22] ۔مذہب واخلاق کا انسائیکلوپیڈیا، مضمون غلامی ص:34

[23] ۔سعید احمد اکبر آبادی، مولانا،اسلام میں غلامی کی حقیقت،ص:23-24

[24] ۔سعید احمد اکبر آبادی، مولانا،اسلام میں غلامی کی حقیقت،ص:24-26

[25] ۔الحجرات،13:16

[26] ۔الذاریات،56:51

[27] ۔الاسراء،70:17

[28] ۔الطبرانی، محمد بن جریر، تاریخ الطبرانی،ج:5

[29] ۔النور،33:24

[30] ۔الناجی،ابوالید سلیمان بن حلف الاندلسی،شرح موطاامام مالک۔

[31] ۔بھوتی،کشاف القناع،ج:5،ص:290

32 ۔ بخاری، ج:2، ص:535

33 ۔ السنن الکبریٰ، رقم:1358

34 ۔ ابن قیامہ المظی، ص:231

35 ۔ بھوتی، کشاف القناع، ج:5، ص:288

36 ۔ آل عمران، 161:3

37 ۔ محمد:4

38 ۔ البلد:13

39 ۔ صحیح بخاری، 2545

40 ۔ صحیح مسلم، 1657

41 ۔ النور، 33:24